رسالہ
شرحِ خطبۂ شرحِ جامی
شارح
پیر طریقت رہبر شریعت مفسر قرآن حضرت ریاض الملّت علاّمہ الحاج
پیر مفتی ابوالنصر محمد ریاض الدین قادری
چشتی نقشبندی سہروردی قدس سرہ العزیز
تدوین وتہذیب
صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی
(ابن شارح)
ریاض العلم
آستانہ عالیہ فیض آباد شریف
اٹک، پنجاب، پاکستان

رسالہ شرحِ خطبۂ شرحِ جامی

شارح

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت مفسرِ قرآن حضرت ریاض الملّت علاّمہ الحاج

پیر مفتی ابو النصر محمد ریاض الدین قادری

چشتی نقشبندی سہروردی قدس سرہ العزیز

تدوین و تہذیب

صاحبزادہ ابو الحسن واحد رضوی

(ابنِ شارح)

ریاض العلم آستانہ عالیہ فیض آباد شریف
اٹک، پنجاب، پاکستان

شرح خطبۂ شرح جامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ لولیّہٖ والصّلوٰۃ علی نبیّہٖ وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ المتأدّبین بآدابہٖ،أمّا بعدُ فھذہٖ فوائد وافیۃٌ بحلّ مشکلات الکافیۃ للعلّامۃ المشتھر فی المشارق والمغارب ،الشّیخ ابن الحاجِب تغمّدہ اللّٰہ بغُفرانہ وأسکنہ بحبوبۃ جِنانہ نظمتھا فی سِلک التّقریر وسَمط التّحریر للولد العزیز ضیاء الدّین یوسفَ حفظہ اللہ سبحانہٗ عن موجبات التلھُّف والتأسُّف ،وسمّیتھا بالفوائد الضّیائیّۃ لأنّہ لھذا الجمع والتّالیف کالعلّۃ الغائیۃ نفعہ اللہ تعالیٰ بھا وسائر المبتدئین من أصحاب التّحصیل ،وما توفیقی اِلّا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

شرح:

[ا] (اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ) تمام تعریفیں خاص اُس والیٔ حمد کے لئے ہیں۔

اعتراض: یہاں معترض اعتراض کرتا ہے کہ ''الحمد'' پر الف لام جنسی ہے یا

استغراقی،عہد خارجی ہے یا عہد ذہنی؟اگر عہد ذہنی کہو تو یہ درست نہیں اس لئے کہ اس کا مدخول حکم نکرہ میں ہوتا ہے اور نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا حالانکہ یہاں ''الحمد'' مبتدا ہے۔

جواب: یہاں الف لام جنسی بھی بن سکتا ہے چنانچہ معنیٰ یہ ہوگا: جنس تعریف ثابت ہے اس والی حمد کے لئے۔اگر''استغراقی'' بنائیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر فرد حمد کا، جو حامد سے ہو،چاہے زمان میں ہو یا مکان میں،وہ ثابت ہے والی حمد کے لئے۔اگر عہد خارجی بنائیں تو معنیٰ یہ ہوگا: خارج میں جو حمد ثابت ہے اس والی حمد کے لئے ہے۔تاہم یہاں الف لام استغراقی بہتر ہے۔

[۲] سوال: (الحمد لولیہ) جملہ اسمیہ ہے تو اس میں آپ نے تین تعمیمیں اور ایک تخصیص کہاں سے نکالی ہے؟

جواب: پہلی تعمیم الف لام استغراقی سے ہے،ہر فردِ حمد۔دوسری دو تعمیمیں فاعل نہ ذکر کرنے کی وجہ سے نکالی ہیں یعنی عمر بکر وغیرہ کوئی ذکر نہیں۔اور تخصیص ''لولیہ'' کے لام سے۔ چنانچہ معنیٰ یہ ہوا: ہر فرد حمد کا جس حامد سے ہو چاہے وہ زمان میں ہو یا مکان میں وہ ثابت ہے واسطے والیٔ حمد کے۔

[۳] (الحمد) اصل میں حمدتُ حمداً تھا۔عموماً جملہ کی دو قسمیں ہیں: ایک جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا فعلیہ۔اس لئے کہ جس کے اوّل میں اسم ہو وہ اسمیہ ہوتا ہے اور جس کے اوّل میں فعل ہو وہ فعلیہ۔یہاں حمدت کو حذف کر دیا گیا اور اس کے بدلے (حمد) مفرد معرفہ مبنی علی الضم لایا گیا تو (حمدُ) ہو گیا پھر اوّل میں الف لام داخل کیا تو (اَلْحَمْدُ) ہو گیا۔

[۴] سوال: فعلیہ کو اسمیہ کیوں بنایا گیا؟

جواب: ایک اِسم ہوتا ہے اور ایک اِسمیّت ہوتی ہے۔اسم صرف دوام پر دلالت کرتا ہے اور اسمیت دوام واستمرار پر دلالت کرتی ہے اور فعل تجدّد و حدوث پر دلالت کرتا ہے۔اسم

اوراسمیت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اسم کبھی کبھی دوام واستمرار دونوں پر دلالت کرتا ہے اور اسمیت ہمیشہ دونوں پر دلالت کرتی ہے۔اسمیت سے مراد یہ ہے کہ جو پہلے فعل ہو پھر اسم بنایا جائے لہذا معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر فرد حمد کا ہمیشہ ثابت ہے اس والیٔ حمد کے لئے۔

[۵] حمداً مصدر ہے۔مصدر سات قسم ہے: مصدر معلوم،مصدر مجہول، حاصل مصدر معلوم، حاصل مصدر مجہول،مصدر مبنی للفاعل،مصدر مبنی للمفعول،مصدر مشترک۔

یہاں سب مصادر بن سکتے ہیں لیکن قدر مشترک زیادہ بہتر ہے۔لہذا معنیٰ وہی ہوگا جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

[۶] حمد لغت میں ستودن کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں:

ھوالثّناء باللّسان علی الجمیل الاختیاری نعمۃ کان أوغیرھا۔

[۷] اعتراض: مصنف نے (الحمد لولیہ) ذکر کرکے قرآن وسنت اور متقدمین کی مخالف کی ہے۔

جواب: مصنف نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے الحمد لولیہ ذکر کیا ہے کہ کہیں ان ہاتھوں سے وہ نام پاک لکھتے ہوئے بے ادبی نہ ہو۔(پس) اس کا لقب ذکر فرمادیا ہے۔

جواب نمبر ۲: مصنف نے ''کل جدید لذیذ'' کو ملحوظ رکھ کر نئے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

جواب نمبر ۳: مصنف نے (الحمد لولیہ) اس لئے ذکر کیا کہ اس میں پانچ احتمال ہو سکتے ہیں: ولی بمعنیٰ نام، بمعنیٰ لائق، ولی بمعنیٰ صاحب، بمعنیٰ متولی، بمعنی مالک۔جبکہ (الحمد للہ) میں صرف ایک ہی احتمال تھا اس لئے یہ ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوا۔

جواب نمبر ۴: (الحمد للہ) میں صرف دعویٰ ہے اور الحمد لولیہ میں دعویٰ مع دلیل ہے۔اصل عبارت یوں ہے: الحمد للہ لأنّہ ولی کل حمد۔

الحمد للہ تک دعوی ہے اور لأنہ سے دلیل۔

[۸] حمد کی تین قسمیں ہیں: حمد، مدح، شکر۔

حمد: لغت میں ستودن کو کہتے ہیں۔

شکر: لغت میں: من النعمۃ من حیث کونہ منعماً

اور اصطلاح میں صرف العبد لأجله۔

مدح: کی تعریف یہ ہے: جو اپنے اختیار سے ہو۔

[۹] حمد و شکر میں مادہ عموم خصوص من وجہ کا ہے۔ اس میں تین مادے ہوتے ہیں۔ ایک اجتماعی، دو افتراقی۔

مادۂ اجتماعی یہ ہے نعمت کے مقابلہ میں تعریف کرنا۔ اور شکر کرنا۔ مادہ افتراقی صرف حمد کرنی۔ دوسرا مادۂ افتراقی: صرف شکر کرنا نعمت کے مقابلے میں۔ یعنی دل سے اور اندام سے خضوع و خشوع کرنا۔

[۱۰] حمد کا مورد خاص ہے اور متعلق عام ہے، نعمت ہو یا غیر نعمت۔ شکر کا مورد عام اور متعلق خاص۔ مورد عام یہ ہے کہ زبان، دل، اندام سے خشوع خضوع کرنا۔ متعلق خاص یعنی نعمت کے مقابلے شکر کرنا۔

[۱۱] حمد اور شکر میں تین مذہب ہیں:

۱۔ محققین کے نزدیک حمد اختیاری ہوتی ہے اور شکر غیر اختیاری۔

۲۔ جمہور کے نزدیک یہ دونوں اختیاری اور غیر اختیاری میں داخل ہیں۔

۳۔ بعض کے نزدیک حمد اختیاری ہے اور شکر عام ہے۔ اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔

یہ تینوں مذہب صحیح ہیں لیکن مصنف نے قرآن و سنت اور متقدمین کی اتباع کی ہے۔

[۱۲] والصلوٰۃ علی نبیه:

سوال: الحمدلولیہ جملہ نعتیہ ہے اور والصلوٰۃ علی نبیہ جملہ دعائیہ۔نعتیہ کے بعد دعائیہ کیوں ذکر کیا گیا ہے؟

جواب اوّل: مصنف نے اتباع کی ہے سنت کی۔جیسا کہ ارشاد ہے: اذا ذکرتُ ذکرتَ معی۔اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نبی پاک کا نام ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔

جواب دوم: ایک مصنف ہوتا ہے اور ایک مؤلف۔ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مصنف خود کتاب لکھتا ہے اور مؤلف کسی کی کتاب سے اخذ کرتا ہے پھر مصنف یا مؤلف مسلمان، کافر، معتزلہ یا کسی بھی فرقہ سے ہوسکتا ہے۔مصنف علیہ الرحمۃ نے نبی پاک کا ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

جواب سوم: ہم عابد ہیں اور خدا تعالیٰ معبود ہے اور دونوں کے درمیان بے حد بعد ہے لہذا درمیان میں وسیلہ ضروری تھا مصنف نے حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنایا اس لئے (والصلوٰۃ علی نبیہ) ذکر کیا۔

[۱۳] لفظ صلوٰۃ کی توضیح:

صلوٰۃ اصل میں صلو تھا، واؤ متحرک ما قبل مفتوح اسے الف سے تبدیل کیا صلوۃ ہوگیا۔

سوال: صلوۃ میں اگر واؤ حذف ہوگئی ہے تو پھر لکھنے میں کیوں آتی ہے؟

جواب اوّل: برائے تفخیم یعنی لفظ صلوٰۃ کو پُر کرنے کے لئے۔

جواب دوم: اگر واؤ کو ذکر نہ کیا جائے تو وہم ہوگا کہ صلوٰۃ، ناقص یائی ہے حالانکہ یہ مصدر ناقص واوی ہے۔

[۱۴] صلوٰۃ کے معانی:

لفظِ (صلوٰۃ) کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

اگر اس کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہو جیسے (صلوٰۃ اللہ) تو "رحمت" مراد ہوگی۔ اگر اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس سے مراد [اِستغفار] ہوگی۔

اگر بندوں کی طرف منسوب ہو تو اس سے مراد [دعا] ہوگی۔ اگر وحوش و طیور کی طرف منسوب ہو تو اس سے مراد [تسبیح و تہلیل] ہوگی۔

سوال: مصنف نے والصلوٰۃ علی نبیہ کہا والصلوٰۃ علی محمد کیوں نہیں کہا؟

جواب: اس کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب: مصنف نے نیا طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے کہ کل جدید لذیذ چنانچہ (نبیہ) کہا۔

دوسرا جواب: "محمد" حضور علیہ السلام کا (ﷺ) ذاتی عَلم ہے اور نبی لقب ہے اور جتنا لقب ذکر کرنے میں ادب ہوتا ہے اتنا علم ذاتی میں نہیں ہوتا۔ اس لئے علم ذاتی کو ذکر نہیں کیا بلکہ لقب کو ذکر کیا ہے۔

تیسرا جواب: مصنف نے عمل کیا ہے آیت شریفہ پر (ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی ------)۔

چوتھا جواب: مصنف نے (علی نبیہ) کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ نبوت کا درجہ رسالت سے ادنیٰ ہوتا ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "نبی" ہونے کی حیثیت میں [صلوٰۃ] کے مستحق ہیں تو "رسول" ہونے کی حیثیت میں بطریق اَولیٰ مستحق ہیں۔

[۱۵] لفظ "نبی" کے اصل میں اختلاف ہے بصریوں اور کوفیوں کا۔ بصریوں کے نزدیک اصل (نبیٔ) تھا ہمزہ کو یاء کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا (نبی) ہوگیا۔ کوفیوں کے نزدیک اصل میں (نبیو) تھا واوٴ کو یاء سے تبدیل کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا (نبی) ہوگیا۔

[۱۶] نبی، سآ سے مشتق ہے بمعنیٰ اَرفع۔ اس لئے کہ [نبی] دوسرے لوگوں سے ہر طرح اَرفع و اعلیٰ ہوتے ہیں اور لغت میں [نبی] کا معنیٰ فرستادہ شدہ ہے۔ اصطلاح میں نبی کی

تعریف یہ ہے:

"ھو انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیة معه کتاب جدید أو لا"۔

[۱۷] "رسول" بھی لغت میں فرستادہ شدہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں (نبی) کی تعریف میں صرف [معہ کتاب جدید] کا اضافہ کرنا پڑتا ہے۔(باقی تعریف وہی ہے)

[رسول] اور [نبی] میں فرق یہ ہے کہ رسول کے پاس نئی کتاب اور نئی شریعت ہوتی ہے اور نبی کے لئے کتاب وشریعت کا نیا ہونا کوئی ضروری نہیں۔

[۱۸] سوال: رسول تین سو تیرہ (۳۱۳) ہیں اور کتابیں کل ۱۰۴ ہیں لہذا رسول پر اُس کی تعریف صادق نہ آئی۔اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے، حضرت شیث علیہ السلام پر بھی دس، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور بقیہ چار مشہور کتابیں ہیں تو تعداد کتب ورُسل برابر نہ ہوئی۔

جواب: جب کبھی کوئی نبی دنیا سے رحلت فرماتے تھے تو کتاب اٹھالی جاتی تھی تو بعد میں دوسرے نبی پر اترتی تھی اس لحاظ سے یعنی نزول جدید کے حساب سے کتابیں بھی تین سو تیرہ ہوئیں۔

ترکیب: والصلوٰۃ علی نبیه معطوف الیه ،وعلیٰ آله واصحابه معطوف۔

[۱۹] سوال: قاعدہ ہے کہ جب دعا کا صلہ "علی" آئے تو معنیٰ بددعا کا ہوتا ہے حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے۔

جواب: یہ قاعدہ اس وقت ہے جب دعا کا صلہ صراحتاً [علیٰ] ہو اور یہاں صراحتاً [علی] صلہ،صلوٰۃ کا ہے اور صلوٰۃ بمعنیٰ دعا کے ہے فیه بون بعید۔

سوال: مصنف نے فرق کیا ہے نبی پاک اور آل پاک کے درمیان لفظ [علی] سے اور

یہ حدیث کے مخالف ہے۔کیونکہ حدیث شریف میں ہے:من فصل بینی و بین آل بیتی بعلیٰ لم ینل شفاعتی یوم القیامۃ أو کمال قال۔

جواب: اصل حدیث شریف اس طرح نہیں ہے بلکہ شیعہ اپنی طرف سے تبدیل کرتے ہیں۔اصل حدیث یوں ہے:من فصل بینی و بین آل بیتی بعَلِیٍّ لم ینل شفاعتی(الحدیث)

[۲۰] آل میں دو تحقیقیں ہیں: لفظی اور معنوی:

[لفظی] کے بارے میں دو قول ہیں۔ایک قول کے مطابق:

[آل] اصل میں [اءل] تھا، ہمزۂ ثانی کو حذف کیا اور اوّل کو مدّ دے کر کمی کو پورا کیا اور [آل] ہو گیا۔

دوسرے قول کے مطابق: [آل] اصل میں [اول] تھا واوٗ کو ہمزہ سے تبدیل کیا اور ہمزہ کو خلاف قیاس حذف کر دیا۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمزہ اوّل کو مد دی تو [آل] ہو گیا۔

تحقیق معنوی میں تین قول ہیں: پہلا جمہور حنفاء کا، ان کے نزدیک آل کا اِطلاق آل بیت اور ازواج مطہرات پر ہوتا ہے اور یہی آل ہے۔

دوسرا قول شیعہ کا ہے۔ان کے نزدیک آل، صرف آل بیت ہیں۔اور تیسرا قول بعض کا ہے۔ان کے نزدیک ہر مومن اور آپ ﷺ کا ہر غلام [آل] میں داخل ہے۔اس پر نبی پاک کی حدیث شاہد ہے۔کل تقی ونقی فھو آلی۔

[۲۱] (أصحاب) اصحاب میں بھی دو تحقیقیں ہیں: لفظی اور معنوی۔

لفظی یہ کہ [اصحاب] جمع ہے، صاحب کی جیسے اثمار جمع ہے ثمر کی۔صاحب کا لغوی معنیٰ ساتھی ہے اور اصطلاح میں صحابی کی تعریف یہ ہے:

من أدرک صحبة النبی ﷺ فی حالة الایمان و مات علیه۔

[۲۲] سوال: (بآدابہ) میں آداب جمع ہے جو ضمیر کی طرف مضاف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع مضاف ہو، ضمیر مفرد کی طرف تو ''استغراق'' کا فائدہ دیتی ہے تو معنیٰ یہ ہوگا ہر فرد ادب کا جو نبی پاک میں موجود ہے وہی ہر صحابی میں موجود ہے۔ تو اس سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس میں کوئی فرق نہ رہا حالانکہ ان کے مابین بڑا فرق ہے۔

جواب: جمع جب مضاف ہو، ضمیر کی طرف تو جس طرح استغراق کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح جنسیت، عہد خارجی اور عہد ذہنی کا بھی فائدہ دیتی ہے۔ یہاں پر جو اضافت ہے وہ جنس ادب کا فائدہ دیتی ہے جو کہ صحابہ کرام میں موجود ہے، جیسے نبی پاک ﷺ میں موجود ہے۔

[۲۳] سوال: مصنف علیہ الرحمۃ آل واصحاب کے کمالات ذکر کر رہے تھے اور درمیان میں (بآدابہ) ذکر کرکے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات شروع کر دیئے۔

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ فنا فی الرسول ہیں اور صوفیاء کرام کے تین مقام ہیں فنا فی اللہ، فی الرسول، فی الشیخ۔ جو فنا فی اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں جو کمال کی بات دیکھتے ہیں اسے اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے حضرت منصور علیہ الرحمۃ وغیرہ اور جو فنا فی الرسول ہیں وہ جو کمال دیکھتے ہیں اس کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے آداب دو قسم ہیں: درسی اور اخلاقی:

درسی وہ ہوتے ہیں جو تعلیم و تدریس دونوں سے تعلق رکھتے ہیں اور آداب اخلاقی جیسے حضور علیہ السلام کا صلہ رحمی فرمانا اُس شخص سے جو آپ سے قطع تعلق کرتا تھا۔

[۲۴] (بآدابہ) یہ الفاظ جو مصنف نے ذکر کئے ہیں انہیں ''براعت استہلال'' بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ براعت کا لغوی معنیٰ تفوق ہے، استہلال کہتے ہیں اس آواز کو جو بچہ پیدا

ہونے کے بعد کرتا ہے۔ اصطلاح میں [براعت استہلال] ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جو کتاب کے خطبہ میں ذکر کئے جائیں اور مقاصد کتاب پر دلالت کریں۔ مصنف نے جو (بآدابہ) کہا ہے یہ علم نحو کا نام ہے اور مصنف نے آداب ذکر کرکے ادھر اشارہ کیا ہے کہ اس کتاب میں جو مسائل ہوں گے وہ علم نحو کے ہوں گے۔

[۲۵] (امّا بعد) امّا میں کئی مذاہب ہیں۔ پہلا سیبویہ کا اس کے نزدیک اما مستقل حرف شرط ہے جیسے [ان] اور [لو] مستقل حرف شرط ہیں۔

دوسرا قول خلیل کا ہے اس کے نزدیک [اما] اصل میں [مہما] تھا ھا کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدلا [ماما] ہوگیا پھر قلب مکانی کی اور ہمزہ کو اوّل میں لے آئے۔ دو میم ایک جگہ جمع ہوگئے تو پہلے کو دوسرے میں ادغام کیا [امّا] ہوگیا۔

تیسرا قول درستویہ کا ہے: اس کے نزدیک اصل میں [اَن ما] تھا نون کو خلاف قیاس میم سے بدل کر میم کو میم میں ادغام کیا [اما] ہوگیا۔

چوتھا مذہب مبرد کا ہے اس کے نزدیک اصل میں (اِنَّ ما) تھا نون کو خلاف قیاس میم سے بدل کر میم کو میم میں ادغام کیا اِما ہوگیا۔ پھر چونکہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ تردیدیہ ہے یا اِمَّا شرطیہ تو کسرہ کو فتح سے تبدیل کیا [اَما] ہوگیا۔ اب اصل میں تھا: مہما یکن من شیء فبعد چونکہ یہ ابتداء کلام میں تھا اور ابتداء کلام اختصار کو چاہتی ہے اس لئے باقی کو حذف کیا اور لفظ (اَمَّا) کو اس کے قائم مقام کھڑا کر دیا۔

[۲۶] (بعدُ) ظرف ہے یہ ان ظروف میں سے ہے جو مقطوع عن الاضافۃ ہیں اور یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا اس کا مضاف الیہ موجود ہوگا یا محذوف۔ اگر موجود ہوگا تو معرب ہوگا۔ اگر محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں: نسیا منسیا ہوگا یا منوی۔ اگر پہلا ہوا تو معرب اور اگر محذوف منوی ہو تو مبنی علی الضم ہوگا۔

سوال: پہلا درجہ ہے مبنی علی السکون کا دوسرا مبنی علی الفتح کا۔ تیسرا مبنی علی الکسر کا ہے آپ نے اسے مبنی علی السکون کیوں نہیں کیا اور مبنی علی الضم کیوں کیا؟

جواب: اس لئے کہ اس کا مضاف الیہ حذف کیا جاتا ہے تو اس میں ایک قسم کی کمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی کمی کا تدارک صحیح معنیٰ میں تب ہو سکتا ہے جبکہ مبنی علی الضم ہی ہو۔

[۲۷] (فَهٰذِهٖ) میں فاء جزائیہ ہے۔

سوال: (ھذہ) اسم اشارہ ہے جو مشارٌ اِلیہ، محسوس مبصر موجود فی الخارج کو چاہتا ہے اور یہاں جو کتاب میں ہے وہ محسوس مبصر موجود فی الخارج نہیں کیونکہ مقدمہ پہلے اور کتاب بعد میں ہوتی ہے۔

جواب: (مقدمة) دو قسم ہے: ابتدائیہ اور الحاقیہ۔ ابتدائیہ جو پہلے لکھا جائے اور کتاب بعد میں لکھی جائے اور الحاقیہ جو بعد میں لکھا جائے اور کتاب پہلے لکھی جائے۔ یہاں اگر ابتدائیہ بنایا جائے تب بھی صحیح ہے۔ اگر الحاقیہ بنایا جائے تب بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات امر ذہنی کو قائم مقام امر خارجی کے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ لہذا یہاں بھی اگر چہ کتاب محسوس مبصر نہیں لیکن محسوس کے قائم مقام کر دیا ہے۔ اس پر دو دلائل موجود ہیں کہ امر ذہنی کو امر خارجی کے قائم مقام کھڑا کیا جاتا ہے مثال: ذالکم اللہ ربکم۔ ذلک اسم اشارہ ہے، اس کا مشار الیہ (اللہ) ہے حالانکہ نہ محسوس نہ مبصر فی الخارج ہے بلکہ امر ذہنی ہے۔ اس امر ذہنی کو قائم مقام امر خارجی کے رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۲: رب اجعل ھذا البلد آمنا یہاں پر بھی [ھذا] اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ امر ذہنی ہے اور اسے کھڑا کیا گیا ہے قائم مقام امر خارجی کے۔

[۲۸] (فوائد) جمع فائدہ کی ہے اور فائدہ کہتے ہیں: دینا مال کا یا علم کا یا کمال کا۔

[۲۹] (حلّ) لغت میں اونٹ کے گھٹنے کو کہتے ہیں چونکہ وہ مشکل کام ہوتا ہے اور

''کافیہ'' کے مسائل بھی مشکل ہیں لہذا لفظ حل ذکر کر کے مصنف صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ'' کافیہ'' کی مشکل جگہوں کو حل کروں گا۔

[۳۰] مشکلات بمعنیٰ مبہمات کے ہے۔

کتابیں چار قسم کی ہوتی ہیں: مختصر، مطول، رسالہ اور فتویٰ۔

مختصر کی تعریف یہ ہے: قلیل الالفاظ کثیر المعانی۔ اور مطول کی تعریف یہ ہے: کثیر الالفاظ کثیر المعانی۔ رسالہ کی تعریف یہ ہے: قلیل الالفاظ قلیل المعانی۔ فتویٰ کی تعریف یہ ہے: کثیر الالفاظ قلیل المعانی۔

یہاں ہم'' کافیہ'' کو مختصر کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ یہ قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہے یعنی عبارت مختصر اور معانی زیادہ ہیں۔

[۳۱] ''علّامۃ'' مبالغہ کا صیغہ ہے۔ علامۃ، لغت میں زیادہ جاننے والے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں تعریف یہ ہے: من یعلم علوم العقلیۃ والنقلیۃ۔

[۳۲] (المشارق والمغارب) ان الفاظ کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے۔ مفرد، تثنیہ، جمع۔ اگر بلحاظ مفرد مستعمل ہو جہت مشرق و جہت مغرب مراد ہوگی اگر بلحاظ تثنیہ ہو تو مراد فصل ربیع اور فصل خریف ہوں گے اور اگر بلحاظ جمع ہو تو اس وقت مراد برج ہوں گے۔ کل بارہ برج ہیں اور ہر برج سے دوسرے کے درمیان ایک سو چھ مراتب کا فاصلہ ہے

[۳۳] ہر انسان کے تین نام ہوتے ہیں: علم لقبی علم ذاتی، علم کنیتی۔ اصل نام کو علم ذاتی کہتے ہیں۔ مصنف کا اصل نام شیخ جمال الدین سیوطی ہے اور لقبی علم شیخ ہے اور علم کنیت ابن حاجب۔ علم کنیت جو ہوتا ہے وہ ابن یا بنت یا اُم کے ساتھ مشہور ہوتا ہے۔

[۳۴] سوال: (تغمد اللہ بغفرانہ) :تغمد کا معنیٰ ہے ستر آں برحمت اور بغفرانہ کا بھی یہی معنیٰ ہے تو اس سے تحصیل حاصل لازم آیا حالانکہ یہ باطل ہے۔

جواب: [بغفرانہ] پر جو باء داخل ہے وہ تجرید یہ ہے اور چاہتی ہے کہ میرا متعلق خالی ہو اُس معنیٰ سے جو معمول میں پایا جاتا ہے اور اس کا متعلق تغمد ہے تو اس کو معنیٔ رحمت سے خالی کیا گیا ہے۔ معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ڈھانپے اپنی بخشش سے اور یہ صحیح ہے۔

[۳۵] (أسکنہ) باب افعال ہے اور اس کا یہ خاصہ ہے کہ اس کا فاعل اپنے مفعول کے لئے جگہ تلاش کرتا ہے۔ اس کا فاعل یہاں ''اللہ'' ہے اور مفعول مصنف (علیہ الرحمۃ)۔

[۳۶] (جبوبۃ) لفظ جامد ہے وسط کے معنیٰ میں۔

[۳۷] (جنانہ) یہ مثلث الفاء ہے۔ مثلث الفاء وہ ہوتا ہے جس کے فاء کلمہ پر تین اِعراب پڑھنے جائز ہوں یعنی فتحہ، کسرہ، ضمہ۔ اگر اس کے فاء کلمے پر فتح پڑھا جائے تو یہ لفظ جامد ہے بمعنیٰ دل کے۔ اور اگر کسرہ پڑھا جائے تو جمع ہوگی جنت کی بمعنیٰ جنت کے چونکہ جن کا معنیٰ ہے پوشیدہ اور پردہ کرنا اور جنت بھی ہماری نظر سے اوجھل ہے اس لئے اس کو جنت کہا جاتا ہے اور اگر ضمہ پڑھا جائے تو جمع ہوگی جنون کی بمعنیٰ دیوانہ کے۔

[۳۸] (نظمتھا) نظم لغت میں دررشتہ کشیدن کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں: الفاظ اور معانی کا علی الترتیب ذکر کرنا۔

سوال: مصنف نے کافیہ کی عبارت کو نظم کیوں کہا ہے؟

جواب: نظم کا معنیٰ ہے پرونا اور پرویا موتیوں کو جاتا ہے۔ موتیوں کی طرف ہر کوئی رجحان کرتا ہے چنانچہ مصنف نے طلباء کا رجحان ''کافیہ'' کی طرف کرنے کے لئے نظم کہہ دیا۔

[۳۹] (التقریر) تقریر لغت میں کہتے ہیں: ما یتصور فی القلب یظھر فی اللسان۔ اور تحریر لغت میں کہتے ہیں لکھنے کو اور اصطلاح میں مایتصور فی القلب یظھر فی اللسان دونوں میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے لئے استعارہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے ہم استعارہ کا بیان شروع کرتے ہیں۔

[۴۰] استعارہ کی اقسام:

جاننا چاہیے کہ لفظ دو حال سے خالی نہیں یا معنیٰ موضوع لہ میں استعمال ہوگا یا نہ۔ اگر معنیٰ موضوع لہ میں استعمال کیا جائے تو حقیقت ہے اور اگر غیر موضوع لہ میں استعمال کیا جائے تو پھر خالی نہیں ان دو حال سے: ان دونوں کے درمیان کوئی علاقہ یا حرف تشبیہ ہے یا نہ۔ اگر ہو تو "مجاز مُرسل" اور اگر نہ ہو تو "استعارہ"۔

استعارہ کا لغوی معنیٰ ہے طلب عاریت اور اصطلاح میں استعارہ کی تعریف یہ ہے: کسی لفظ کا مجازی معنیٰ میں استعمال کرنا۔ پھر استعارہ کی مشہور چار قسمیں ہیں:

استعارہ بالکنایہ: استعارہ بالکنایہ اس کو کہتے ہیں کہ مشبہ ذکر کیا جائے اور مراد لیا جائے مشبہ بہ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کنایہ کہتے ہیں پوشیدہ کو چونکہ یہ بھی مشبہ میں کنایتاً اور ضمناً پایا جاتا ہے اس لئے استعارہ بالکنایہ کہا۔

دوسری قسم: استعارہ تخییلیہ: استعارہ تخییلیہ اس کو کہتے ہیں جس میں لوازماتِ مشبہ، مشبہ بہ کے لئے ثابت کئے جائیں۔

تیسری قسم "استعارہ ترشیحہ" ہے: یہ وہ ہوتا ہے کہ جس میں مشبہ بہ کے لئے مشبہ کے مناسبات ثابت کئے جائیں۔

چوتھی قسم: استعارہ تصریحیہ: یہ وہ ہوتا ہے کہ اس کے مشبہ کو ذکر کیا جائے اور مراد بھی مشبہ لیا جائے۔ یہاں مصنف نے تین استعارے ذکر کیئے ہیں۔

[۴۱] (التلہف والتأسف) ان لفظوں کے بارے میں تین مذہب ہیں: محققین کا، جمہور کا اور بعض کا۔ محققین کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں۔

جمہور کے نزدیک (التلہف) کہتے ہیں اُس غم کو جو ایسے کام پر کیا جائے جس کا کرنا ضروری ہو اور وہ کیا نہ جاسکے اور اس پر افسوس ہو۔ اور (تأسف) کہتے ہیں ایسے غم کو جو

اُس کام پر کیا جائے جس کا نہ کرنا ضروری ہو اور اُس کے کرنے پر افسوس ہو۔ اور بعض کے نزدیک (تلہف) کہتے ہیں دنیا کے غم کو اور (تأسف) آخرت کے غم کو۔

[۴۲] (بالفوائد الضیائیۃ) فوائد جمع ہے فائدۃ کی۔ ضیائیۃ میں یاء نسبت کی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر نسبت کی جائے مفرد کی طرف تو یاء نسبت آخر میں لگائی جائے گی اور یہاں پر مقصود بالنسبت ''ضیاء'' تھا اس لئے اس کے ساتھ لگائی گئی ہے۔

ختم شد خطبۂ جامی

بروز ہفتہ در ''میرا شریف''

۵۔۸۔۶۷